مادری زبان کی حیثیت بنیاد کے پتھر کی ہے۔کسی بھی شہری کی تعلیمی اور علمی ترقی اس کی مادری زبان پر منحصر ہوتی ہے۔درس اور تدریس کی زبان اگر فطری اور قابل فہم ہوتب طلبہ نہ صرف نفس مضمون کو بہتر طریقے سے سمجھ سکتے ہیں بلکہ اپنے خیالات اور تصورات کو بھی موثر انداز میں پیش کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔قانون فطرت کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی مادری زبان ان کی فطری زبان ہوتی ہے جسے وہ اپنے اظہار کا وسیلہ بناتے ہیں۔ سکھ دکھ ،خوشی اور غم کے اظہارمیں مادری زبان کااستعمال ہوتاہے۔ مادری زبان انسانی جذبات کے اظہار کا سب سے موثر وسیلہ ہوتی ہے۔
اسلامی نقطہ نظر سے بھی مادری زبان کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔مطالعہ قرآن سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اقوام کی فکری اور شخصی تعمیر اور تبدیلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء مبعوث فرمائے ان کا اپنی اسی قوم سے تعلق رہا ہے۔انبیاء اکرام نے اپنا دعوتی اور انقلابی مشن اپنی قوم کی زبان میں ہی پیش کیا ۔اسلام دین فطرت ہے اور تعلیم کے لئے اسلام نے فطری طریقوں کو پسند فرمایا ہے۔’’کہ ہم جب بھی کوئی رسول بھیجتے ہیں تو اسی قوم ہی کی زبان میں بھیجتے ہیں تاکہ وہ وضاحت کیساتھ خدا کا پیغام ان تک پہنچائے(سورۃ الابراہیم)۔قابل غور بات یہ ہے کہ اگریہ مشن غیر مانوس اور اجنبی زبان میں پیش کیا جاتا تب ایک بڑی تعداد اس پیغام کو سمجھنے سے قاصر رہتی ۔قانون فطرت کے اس اہم کلیہ سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ وہ تعلیم جو مادری زبان میں فراہم کی جائے تاثیر اور افادیت سے خالی نہیں ہوتی ۔ دین کی تبلیغ اور پیغام حق کی ترسیل و دعوت کے لئے انبیاء نے لوگوں کے مزاج، کلچر،تمدن اور فہم کو اپنے پیش نظر رکھا۔دین فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ابتدائی تعلیم جو مادری زبان میں مہیا کی جائے گی اہمیت ،افادیت اور تاثیر سے خالی نہیں ہوگی۔قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کے مطابق اللہ رب العزت فرماتے ہیں ’’اگر ہم قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو لوگ کہتے کہ اس کی آیات (باتیں) واضح کیوں نہیں ؟ ایک عرب ہوتے ہوئے عجمی زبان بول رہا ہے۔‘‘بچوں کی تعلیم و تربیت اور درس و تدریس میں ہم نے اس نظریے کو یکسر فراموش کر دیا ہے جس کا خمیازہ آج ہماری نسلیں بھگت رہی ہیں ۔افکارکا سطحی پن ، غیر متوازن شخصیت ،فکر و اظہار سے عاری افراد،کوتاہ نگاہی اور کوتاہ ذہنی یہ تمام خرافات کی وجہ صرف غیر مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کی فراہمی اور تحصیل علم ہے۔ مادری زبان سے لاعلمی اور بے پروائی بھی معاشرے کی پسماندگی کے کئی اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔علاقائی زبانوں کی اہمیت سے ہر گز انکار نہیں کیا جاسکتا۔لیکن علاقائی زبان کی ترقی اور ترویج کے لئے اختیار کئے جانے والے موقوف سے مادری زبان سے محبت کرنے والوں کا بے چین اور مضطرب ہونا بھی ایک فطری عمل ہے۔ہمہ لسانی یا کثیر لسانی تعلیم کا چرچا (غوغا) آج کل بہت ہورہا ہے۔ آج کے ماہرین تعلیم کی ایک بڑی تعدا د کثیر لسانی تعلیم کی موئید نظر آتی ہے۔لیکن تعلیمی تجربات،تحقیق اور حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے اپنی مادری زبان میں بہ نسبت دیگر زبانوں کے جلد سیکھتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں اسکولی سطح پر مادری زبان میں تعلیم کی اہمیت میں اضافہ ہونا چاہئے تھا لیکن بدقسمتی سے اقلیتی زبانوں(اردو) کے معاملے میں ایسا نہیں ہوا ہے۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں مادری زبان میں تعلیم فراہم نہیں کی گئی وہاں ناخواندگی کی شرح میں بھی اضافہ ہوا ہے۔آزادی کے بعد سے آج تک اردو کواپنا شاندار ماضی رکھنے کے باوجود وہ مقام حاصل نہیں ہوپایا جس کی وہ مستحق تھی خاص طور پر شہر حیدرآباد فرخندہ بنیاد جہاں ایک دیسی زبان(اردو) میں ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم کا کامیاب تجربہ کیا گیا ۔ریاست حیدرآباد ،جامعہ عثمانیہ نے انجینئرنگ اور میڈیسن کی اعلیٰ تعلیم کو اردو میں فراہم کرتے ہوئے ساری دنیا کے آگے علاقائی زبانوں کی اہمیت و افادیت کوکامیابی کے ساتھ ثابت کیا گیا ۔آج اپنے گھر میں ہی اردوکی حیثیت ایک کرایے دار کی سی ہوگئی ہے بلکہ اسے بے گھر ہی کردیا گیا ہے۔کسی بھی زبان سے عوام کی تہذیب ،ثقافت اور مذہبی عقائد جڑے ہوتے ہیں۔ قومی اور علاقائی زبانوں کے تسلط سے اقلیتی زبانوں سے وابستہ تہذیب ،ثقافت اور کلچرکو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔زبان کا تحفظ درحقیقت تہذیب،ثقافت اورکلچر کا تحفظ کہلاتا ہے۔1871ء میں فرانس کی سرحدوں پر جب جرمن افواج قابض ہوئی تو فرانس کے ایک استاد(مسٹر ہیبل) نے طلبہ اور معززین شہر کو جمع کرتے ہوئے اپنے خطاب میں کہا کہ’’فرانسیسی زبان دنیا کی مضبوط ، واضح اور حسین ترین زبان ہے۔ یہ ہمارے قومی ورثے کی واحد محافظ ہے۔ جب ایک قوم غلام بن جاتی ہے تو جب تک وہ اپنی زبان کو محفوظ رکھے، اس کے پاس وہ چابی رہتی ہے جس سے وہ اپنے قید خانے کا دروازہ کھول سکتی ہے‘‘۔ (فرانسیسی مصنف الفوز ڈیویڈ)۔اہل اردو کو بھی آج یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کے ذریعے وہ مخالف طاقتوں اور منصوبوں کو زیر کر سکتے ہیں۔